بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

الحمدللہ کہ رمضان المبارک میں مؤتمر المصنفین کی مطبوعات میں دو اہم کتابوں کا اضافہ ہوا پہلی کتاب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس ترمذی شریف کے آمالی و تقاریر کا عظیم الشان مجموعہ حقائق السنن جلد اول (اردو) شائع ہوگئی جس کا عرصہ سے علمی حلقوں میں انتظار ہو رہا تھا اس کتاب کی افادیت اہمیت اور عظمت کے لئے تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا اسم گرامی کافی ہے۔ دوسری کتاب "قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے ایک تاریخی دستاویز ہے۔ سردست موضوع کی اہمیت کی بنا پر اس تاریخی وثیقہ کے مفصل تعارف کی ضرورت ہے جو کتاب کے آغاز میں دیباچہ کے طور پر مولانا سمیع الحق صاحب کے قلم سے ہے اور اس قابل ہے کہ نقش آغاز کے طور پر الحق میں شامل ہو (ادارہ)

عالمی استعمار اور اسلام دشمن قوتوں نے ملت مسلمہ کی وحدت و سالمیت، نظریاتی یکجہتی اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کے لئے جو حربے استعمال کئے ان میں قادیانیت ایک ایسا ضرب کاری تھا جس کے مہلک اثرات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے جن علماء اور مفکرین امت کو اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس تھا وہ پہلے ہی دن سے اس شجرۂ خبیثہ کے قلع قمع کے لئے کمربستہ ہوگئے اور تحریر و تقریر کی پوری صلاحیتوں سے امت کو اس فرقہ ضالہ کے دجل و تلبیس سے آگاہ کرتے رہے مگر اسلام کے اساسی عقائد توحید و رسالت اور ختم نبوت کی نزاکت و اہمیت سے ناآشنا روشن خیال طبع اسے مولویوں کی "تنگ نظری" پر محمول کرتے رہے اور جب مرزائیوں کا آقائے ولی نعمت انگریز برصغیر سے چلا گیا تب بھی پاکستان کے دینی حمیت سے عاری حکمران قادیانیت کے بارہ میں جمہور مسلمانوں کی جدوجہد کو نظر انداز کرتے رہے تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے مرکز ربوہ کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر جارحانہ حملہ کی شکل میں ایک لطیفہ غیبی رونما ہوا۔ اس ظالمانہ جسارت نے پاکستان کے عام مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ دینی حمیت کا جو لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا وہ یکلخت پھٹ پڑا۔ اور ایمان کی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر اور ملک کے دیگر جید علماء و مشائخ کی جدوجہد اور رہنمائی نے احتجاج کو ایک ہمہ گیر اور منظم تحریک کی شکل میں بدل دیا۔ اور "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کی صورت میں ملک کے ہر مکتب فکر کے اکابر علماء ممتاز قومی رہنماؤں اور اہم دینی جماعتوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آیا۔ پوری ملت کے اتحاد و یگانگت کا ایسا روح پرور اور باطل شکن مظاہرہ برصغیر میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہوگا۔ یہ کرشمہ تھا اس والہانہ عشق و محبت، ایمان آفرین قلبی تعلق اور روحانی رابطوں کا جو ہر ادنیٰ امتی اور غلام کو آقائے دوجہاں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات سے ہے یہ تحریک ایمان و یقین اور عشق و محبت کی بنیادوں پر اٹھی اور سورج کی روشنی اور حرارت کی طرح ملک کے گوشے گوشے کو روشن اور گرما گئی۔ ادھر اس وقت کی سوشلزم اور لادینیت کی علمبردار حکومت اس تحریک کو اولاً سختی سے دباتی رہی۔ اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو لطائف الحیل سے ٹالنا چاہا۔ زعماء تحریک کی کردار کشی۔ ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ، الغرض یہ سارے ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے مگر جب پانی سر سے گزرنے لگا تو بالآخر حکومت وقت نے امت کے اس اجماعی اور طے شدہ مسئلہ کو غور و خوض کے لئے قومی اسمبلی کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا۔

اس غرض سے پوری قومی اسمبلی کو "خصوصی کمیٹی" کی حیثیت دی گئی اور طے پایا کہ مرزائیوں کی ہر دو جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا موقف پیش کرنے دیا جائے اور [illegible] ارکان دلائل و براہین سے اپنا موقف پیش کریں پھر اس کی روشنی

میں قومی اسمبلی کوئی آئینی قدم اٹھائے۔ میرے نزدیک اس فیصلہ کے مضمرات میں بھی یہی ارادہ کارفرما تھا کہ اس طویل بحث مباحثہ اور نقد و جرح کے لئے پچیس تیس دن کا جو موقعہ درکار ہوگا، اس دوران تحریک کی شدت ختم ہو جائے گی۔ اور کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ سوسالہ مطالبہ ایک بار پھر التوا میں ڈال دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی کرم گستری مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ "مجلس عمل" کے اکابر نے فیصلہ کیا۔ ایک طرف تو قومی اسمبلی کے محاذ پر اس دجالی فرقہ کے آئمہ دجل و تلبیس سے رد و در رد و دلائل و براہین سے مقابلہ کیا جائے اور ارکان اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلامی عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کئے جائیں اور دوسری طرف ملک بھر میں تحریک کو اسی زور شور سے جاری رکھا جائے جب تک کہ قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے۔

اس وقت مختلف مکاتب فکر کے اکابر علماء اور جماعتوں کے زعماء قومی اسمبلی کے اجلاس کی وجہ سے راولپنڈی میں تھے مجلس عمل کے صدر محدث کبیر علامۃ العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرکردہ مبلغین کی معیت میں راولپنڈی کو ہیڈ کوارٹر بنا چکے تھے۔ ادھر حکومت کی ہدایات تھیں کہ ہر فریق یا جو رکن قومی اسمبلی میں کوئی تحریری بیان داخل کرانا چاہے اسے ایک ہفتہ کے اندر اندر پیش کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے وقت نہایت کم اور موضوع نہایت گھمبیر، نازک اور ہمہ پہلو سیر حاصل روشنی ڈالنے کا مستحق، ایسے حالات میں اللہ کا نام لے کر کتاب کی تیاری کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کہنہ مشق مبلغین جن کی زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گزری تھی قادیانیوں کی اصل کتابوں اخبارات و رسائل کے انبار کے ساتھ راولپنڈی بلالئے گئے۔ تالیف کتاب کے لئے قرعہ فال ناچیز راقم الحروف اور برادر محترم فاضل اجل مولانا محمد تقی عثمانی کراچی کے نام نکلا۔

کتابت کے لئے لاہور سے سلطان الکاتبین جناب سید نفیس الحسینی (نفیس رقم) اپنے چیدہ اور ماہر خوشنویس تلامذہ کی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت مولانا بنوری قدس سرہ امیر مجلس کی قیادت میں راولپنڈی صدر کے ایک قدیم ہوٹل میٹروپول کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ جو کسی زمانہ میں شان بان کا ہوٹل رہا ہوگا۔ مگر اب اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے از کار رفتہ بن چکا تھا اور اس کے صاحب خیر مالک نے اسے تحریک کے دوران استعمال کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔

ہم سب لوگ ایک جنگی مہم کی طرح اس کتاب کی تیاری میں لگ گئے۔ ایک حصہ راقم الحروف اور ایک حصہ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے جاتے جو ورق تیار ہوتا ختم نبوت کے مبلغین حضرت مولانا محمد حیات صاحب مرحوم فاتح قادیان حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب اور دیگر حضرات اپنے بڑے بڑے سیپٹیوں میں بند مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کی اصل کتابوں اور قدیم دور کے الفضل وغیرہ رسائل کو ٹٹول ٹٹول کر کتاب میں دئے گئے حوالوں کا اصل متن سے تطبیق کراتے۔ یہ تحقیق اور مراجعت اس لئے بھی ضروری تھی کہ قادیانی دجل و تلبیس کا ایک حربہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ ایڈیشنوں کو بدل بدل کر چھاپتے ہیں۔ اور بحث و مناظرہ کے دوران حوالہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس صورت حال سے بچنے کے لئے یہ طے پایا تھا کہ جو بھی فریق اپنے تحریری و تقریری بیانات میں کوئی حوالہ دے گا تو اصل کتاب یا ماخذ بھی اسمبلی میں پیش کرے گا۔

اس طرح اس کتاب میں دئے گئے حوالوں کی وجہ سے دو ڈھائی سو قادیانی کتابیں، رسائل اور مجلات بھی اسمبلی میں پیش کرنی تھیں۔ کتاب کا جتنا بھی مسودہ مرتب ہو جاتا ہم لوگ اسے مولانا بنوری قدس سرہ کی معیت میں قومی اسمبلی میں شامل اس وقت کے اکابر علماء و زعماء مجلس عمل کو سناتے

الغرض "ملت اسلامیہ کا موقف" یا قادیانیوں کے سو سالہ جارحیت، بغاوت اور ظلم و ستم، دجل و تلبیس پر مبنی داستان یا بیان استغاثہ مرتب ہوگیا۔ الحمد للہ کہ مختصر اور ہنگامہ خیز حالات میں بھی موضوع کے دینی علمی اور سیاسی ہر ہر پہلو پر سیر حاصل بحث و مواد اس میں آگیا۔ کتاب مکمل ہوئی جو بڑی مشکل نظر آرہی تھی تو سب حضرات نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور بقول حضرت علامہ بنوری مرحوم یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ کا کرشمہ اور ان ہی کا ایک معجزہ تھا۔ کہ یہ سارا معرکہ ایسے افراتفری میں صرف ہفتہ بھر میں سر ہوگیا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کے بند اجلاس شروع ہوئے۔ کتاب بھی قانوناً صرف قومی اسمبلی کے ارکان میں تقسیم کردی گئی۔ پریس کو یا کسی غیر رکن میں اس کی تشہیر خلاف قانون تھی۔

اس وقت قادیانیوں کے ہر دو سربراہ مرزا ناصر احمد اور صدرالدین لاہوری بھی اپنے بیانات کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہوئے۔ اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے توسط سے جرح بھی ہوتی رہی مسلمانوں کی طرف سے پیش نظر کتاب اسمبلی میں پڑھ کر سنانے کی سعادت بھی ہمارے مخدوم مولانا مفتی محمود قدس سرہ کے حصہ میں آئی۔ اس لئے وہ اسمبلی میں موجود اس وقت کے مختلف مکاتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے حزب اختلاف کے رہنما تھے اور انہی پر اتفاق ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اجلاس کی کئی نشستوں میں کتاب پڑھ کر سنائی۔ اور پورے ارکان نے ہمہ تن گوش ہوکر توجہ سے سنی۔ اکثریت جو پیپلز پارٹی کے ارکان اور وزراء کی تھی، انہیں نہ تو کبھی قادیانی جماعت کے مذہبی اعتقادات اور پیچ در پیچ اصطلاحات و تاویلات پر غور کا اتفاق ہوا تھا۔ نہ مذہب کے نام پر اس گورکھ دھندے سے وہ آگاہ تھے۔ پھر اس فرقے کا سیاسی پہلو، استعماری سرگرمیوں اور عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں، برطانوی سامراج کا اس کی تشکیل و ترقی اور اشاعت میں سرگرم حصہ، تقسیم ملک کے وقت قادیانیوں کا شرمناک کردار، عالم عرب کے خلاف اسرائیل اور مغربی سامراج کی آلۂ کار ہونے کی تفصیلات اور اس کے قرائن و شواہد، یہ سب باتیں جب ان لوگوں کے علم میں آئیں تو وہ محو حیرت ہوگئے۔ اور ان کے دلوں میں جو نرم گوشہ تھا وہ نفرت سے بدل گیا۔

اس دوران مرزائیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور ان کے ہمراہ صدرالدین لاہوری کی جولن ترانیاں دلائل سے گریز، بیانات میں تضادات اور بے سروپا تاویلات کے جو مناظر ایوان کے سامنے آئے اس نے اور بھی سونے پہ سہاگہ کا کام دیا۔ (باقی صفحہ ۶۳ پر)